R-N-12/86/56

REGD NO-L922

انجمن ترقی اردو (ہند) کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

تاریخ اشاعت
۲۲-۱۵-۸-۱

فون نمبر ۲۹
سالانہ قیمت ۵ روپے
فی کاپی ۱۵ پیسے

جلد ۲۷۔ شمارہ ۳۴ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | ۸ ستمبر ۱۹۶۸ء

اداریہ

اردو گھر

اردو گھر کے لیے چندے کی مہم شروع ہو گئی ہے۔ مجلس عام کے ممبران نے اپنے کوٹے کے کچھ عطیات بھیجنے شروع کر دیے ہیں۔ براہ راست جنرل سکریٹری کو بھی چندے وصول ہو رہے ہیں اور ہر پندرہ دن کے بعد "ہماری زبان" میں تمام چندوں کا اعلان بھی شروع ہو گیا ہے۔ یہ بھی خوشی کی بات ہے کہ بہت سے خریدار اور دوسرے اردو نواز حضرات چندہ کرنے کے لیے رسیدوں کی کتابیں طلب کر رہے ہیں۔ ان کی دل شکنی کسی طرح منظور نہیں مگر اتنے بڑے چندے کی مہم اور کام کے پھیلاؤ کو دیکھتے ہوئے فی الحال رسیدیں صرف مجلس عام کے ممبروں اور ریاستی شاخوں کے عہدہ داروں کو بھیجی جا رہی ہیں تاکہ حسابات کی چیکنگ میں آسانی ہو۔ اگر بعض افراد کو رسیدوں کی کتابیں جائیں گی تو یا تو جنرل سکریٹری کی ذاتی ذمہ داری اور واقفیت کی بنا پر یا ریاستی شاخوں کے عہدہ داروں کی وساطت سے۔ اس کے علاوہ کوئی طریقۂ کار مناسب نہیں ہے۔

ہم نے تمام حالات پر غور کرتے ہوئے صرف عوام کے بھروسے پر چندے کی یہ تحریک شروع کی ہے۔ حکومت سے ہم نے ضرور امداد کی درخواست کی ہے مگر یہ ہمارا حق ہے اور ہم اس حق سے دست بردار نہیں ہو سکتے مگر ہماری اپیل کسی وزیر، کسی سرمایہ دار، کسی سیاسی رہنما کے سہارے پر نہیں ہے ہم سب کے پاس جائیں گے مگر دراصل ہمارا خطاب عوام سے ہے۔ ہمیں چندے کی رقم سے اتنی غرض نہیں جتنی زیادہ سے زیادہ لوگوں کا تعاون حاصل کرنے، انھیں اردو گھر کی تعمیر میں شریک کرنے، ان کا اردو گھر پر حق رکھنے سے ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اردو دوست ہماری آواز پر لبیک کہیں گے اور ڈیڑھ مہینے میں ہمیں جو ردعمل محسوس ہوا ہے وہ ہماری ہمت افزائی کا باعث ہے۔ ہماری زبان کے خریداروں سے ہماری خاص طور پر درخواست ہے کہ وہ براہ راست جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو کو اپنا عطیہ بھیجیں۔ بڑی رقم کی فکر نہ کریں جو رقم سہولت سے بھیج سکیں بھیج دیں۔ قطرہ قطرہ دریا ہوتا ہے۔ پانچ لاکھ کی رقم دیکھنے میں بہت معلوم ہوتی ہے مگر سارے ملک میں اردو دوستوں کی پھیلی ہوئی آبادی کو دیکھتے ہوئے کچھ بھی نہیں ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ دسمبر کے آخر تک یہ رقم جمع ہو جائے گی۔

آل انڈیا غالب صد سالہ تقریبات کمیٹی کی عاملہ کے ۱۱ ممبران نامزد

نئی دہلی۔ وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے آل انڈیا غالب صد سالہ تقریبات کمیٹی کی مجلس عاملہ میں ملک کے اردو کے ۱۱ ممتاز سرپرستوں اور عالموں کو نامزد کیا ہے۔ مسز اندرا گاندھی تقریبات کمیٹی کی چیرمین ہیں۔ نامزد شدہ افراد میں سے جن کے نام حسب ذیل ہیں: دہلی کے لفٹیننٹ گورنر مسٹر اے۔ این جھا، مسٹر ایس۔ ایس۔ دسوی۔ پروفیسر عبدالقادر سروری۔ ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی، بیگم حمیدہ سلطان۔ پروفیسر ایم۔ مجیب۔ اور مسٹر رنبیر سنگھ ہیں۔ آل انڈیا غالب صد سالہ تقریبات کمیٹی کے ایگزیکیٹو سکریٹری مسٹر انصار ہروانی نے بتایا کہ غالب صد سالہ تقریبات ہندوستان اور دوسرے ملکوں میں ۱۴ فروری ۱۹۶۹ء سے ۲۲ فروری ۱۹۶۹ء تک منائی جائے گی۔
(قومی آواز)

گلشن ہمیشہ بہار شائع ہو گیا

ادبی حلقوں میں یہ خبر مسرت کے ساتھ پڑھی جائے گی کہ نصراللہ خاں خویشگی کا تذکرہ "گلشن ہمیشہ بہار" شائع ہو گیا ہے۔ یہ تذکرہ نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ کے تذکرہ "گلشن بے خار" کے جواب میں نصراللہ خاں خویشگی نے لکھا تھا اور پہلی مرتبہ ۱۸۵۲ء میں شائع ہوا تھا اور اب نایاب تھا۔ اب کراچی یونیورسٹی کراچی کے شعبۂ اردو کے استاد ڈاکٹر اسلم فرخی نے اسے مرتب کر کے شائع کرایا ہے۔ اس تذکرہ میں ۲۱۹ شاعروں کے حالات ہیں اور مرتب نے جا بجا حواشی لکھ کر اس کی افادیت میں اضافہ کیا ہے۔ قیمت آٹھ روپے ہے اور مشتاق بک ڈپو شلڈن روڈ کراچی مغربی پاکستان سے مل سکتا ہے۔ (نامہ نگار)

سائے کا سفر

ادبی حلقوں میں یہ خبر پڑھ کر مسرت ہو گی کہ نوجوان افسانہ نگار عوض سعید کے افسانوں کا پہلا مجموعہ "سائے کا سفر" عنقریب شائع ہو گا۔ (نامہ نگار)

میرا واڑ کے لیے اردو کتابیں مطلوب

ملکشن ۱۹۶۷ء کی بہترین علمی ادبی، تاریخی اور تنقیدی اردو کتاب

اور شری مطبوعات پر سیریز ایوارڈ ساڑھے بارہ سو روپے پیش کیا جائے گا۔ ہر کتاب کی پانچ جلدیں ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۸ء تک جنرل سکریٹری آل انڈیا میر اکاڈمی، لاری ہاؤس، لکھنؤ کے پتے پر پہنچ جانی چاہئیں۔ اکاڈمی کی طرف سے ۷۷-۱۹۷۸ء کے لئے تین سو ساٹھ روپے کے چھ ادبی وظیفے بھی جاری کئے گئے ہیں جو تصدق حسین ایڈوکیٹ لکھنؤ کاشی رام چاولا لودھیانہ، ڈاکٹر شانتی رنجن بھٹاچاریہ کلکتہ، شمیم کرہانی دہلی، اجرم محمد آبادی کلکتہ، نذیر بنارسی وارانسی کو دئے گئے ہیں۔ ۷۹-۱۹۷۸ء کے لئے ایسے شاعروں اور ادیبوں کے نام بھیجے جا سکتے ہیں جنھوں نے اردو کی خدمت کی ہے اور جن کے قلم نے قومی یکجہتی کو تقویت پہنچائی ہے۔

(سکریٹری)

علیم اور لازوال

مندرجہ بالا عنوان سے رام پور انسٹی ٹیوٹ آف اورئنٹل اسٹڈیز نے چینی مفکر لاؤتزے، لاطینی، سینکا، ہندی گوتم بدھ، ترکی ہری، جرمن نتشے، فرانسیسی کامیو، نارویجی ہیمر شیلڈ، لبنانی جبران اور اقبال اور رشید احمد صدیقی کے افکار ایک لڑی میں پرو کے پیش کئے ہیں۔ رشید صاحب کی مختلف تحریروں سے انتخاب کیا ہے اور بقیہ کا ترجمہ انگریزی اور عربی سے کیا گیا ہے۔ تقریباً نوے صفحے کی بڑے سائز کی کتاب ہے۔ کتاب عابد رضا بیدار نے ترتیب دی ہے اس میں خاصے کی چیز تین ڈائریاں کامیو، اقبال اور ہیمر شیلڈ کی ہیں

(نامہ نگار)

فراق گورکھپوری علیل

الہ آباد۔ یکم ستمبر اردو کے ممتاز شاعر فراق گورکھپوری امراض قلب میں مبتلا ہو گئے ہیں اور ڈاکٹروں نے ان کو مکمل آرام کرنے کا مشورہ دیا ہے وہ اس ماہ کے آخر میں روس کے دورے پر جانے والے تھے جہاں وہ تاشقند میں افریشیائی ادبی کانفرنس میں شرکت کرنے والے تھے لیکن غالباً اب نہ جا سکیں گے۔ ان کے ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ ان کا مرض تشویشناک نہیں ہے لیکن ڈاکٹروں نے ۳ ماہ مکمل آرام کا مشورہ دیا ہے۔ فراق گورکھپوری جو متعدد انعام پا چکے ہیں اور جن کی عمر ۸۰ برس سے تجاوز کر چکی ہے کئی قلبی تکلیف نیند نہ آنے اور اعصابی کمزوری کے شکار ہیں۔

کرشن موہن

تین مختصر نظمیں

تہذیب نفس

چنچل تھا من، لیکن میں نے
مشکل سے اسے سنبھالا ہے
نفس امارہ سرکش تھا
اس نے کھائی
ذہن ارفع سے مات مگر
. . . .
ناممکن سی ہے بات مگر
اک شیر پہ سادھو بیٹھا ہے

نمک

تھا بہت بیقرار، چنچل حسن
اور اسے پھیکے پن سے نفرت تھی
فرط، عشرت نے کیا غضب ڈھایا
میں نے کیوں اس قدر نمک کھایا
جو مرے خون کا خلل بن کر
میری کنپٹیوں سے نکل آیا

قافیہ

میں نے تھا کچھ اور سوچا کیا کروں
ہو گیا مجروح احساس لطیف
قافیے نے آ دبوچا کیا کروں

بھوپال میں بزم شفا کا قیام

بھوپال بیباب اسکول کے نمائندہ اور ملک کے مشہور و مقبول شاعر حضرت شفا گوالیاری کے انتقال کے بعد ان کے ادبی مشن کو جاری رکھنے اور ہند و پاک میں پھیلے ہوئے کثیر تعداد میں تلامذہ کو اردو زبان و ادب کی تحریکات اور سرگرمیوں کو حسب سابق آگے بڑھانے کی ضرورت کے پیش نظر بھوپال میں مرحوم کے معتقدین اور معروف شاگردوں کے ایک نمائندہ جلسے منعقدہ گل ہاؤس میں "بزم شفا" کو مرکزی حیثیت دی گئی اور انجمن کی جدید تشکیل ہوئی۔

(حفیظ بھوپالی سکریٹری)

ادبی انعامات

لاہور۔ ادارہ مصنفین پاکستان کے زیر اہتمام ایک تقریب میں اردو اور بنگلہ کے پندرہ مصنفین کو ان کی تصانیف پر ستر ہزار روپے کے انعامات تقسیم کئے گئے جن اداروں کی طرف سے ادیبوں کو انعامات دیئے گئے ان میں آدم جی داؤد نیشنل بینک، یونائیٹڈ بینک اور ادارہ مصنفین پاکستان شامل ہیں۔ انعام پانے والوں میں مرزا ادیب، ادا جعفری، عبدالقادر، سردار زین الدین، حسن ریاض، سہیل کمار، محمد ولی اللہ، ڈاکٹر احمد علی انور، شفیق الرحمٰن، اکبر علی، ایم مصلح الدین، شمس الحق، بلبن عثمان، اصغر علی گھرال، اور حسن حفیظ الرحمان شامل ہیں۔

(قومی زبان)

رئیس مینائی بنگلوری

نئی شاعری چند باتیں چند مسائل

آج جدید شاعری مثبت و منفی رویوں کے نرغے میں گھری ہوئی ہے لیکن جدید نظم کی کڑیاں اور اس کے ڈانڈے جب تاریخ سے ملائے جائیں تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اس کو اردو میں اپنانے اور برتنے کی کوشش کچھ زیادہ پرانی نہیں اگر لفظ جدید کے مفہوم و معنی کو وسعت دی جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ میر و غالب کا آہنگ ان کے مطالبات ان کا عصری شعور اور ان کی شاعری کے تیور اس دور کے لحاظ سے بالکل نئے تھے، امتداد زمانہ کے ساتھ غالب اور میر کی شاعری آفاقی سمتوں اور وسعتوں کو چھو رہی ہے آج کی شاعری اگر نئی ہے تو کن معنوں میں نئی ہے کم از کم اس نئے پن کا تعین تو ہونا چاہیے اگر نئی شاعری لفظوں کو جوڑنا ہی ٹھہرا جیسا کہ محمد علوی نے کہا ہے۔

کیوں سر کھپا رہے ہو مضامیں کی کھوج میں
کر لو جدید شاعری لفظوں کو جوڑ کر

اگرچہ جدید شاعری کے حواری ایسے شعر اپنی مدافعت کے طور پر استعمال کر رہے ہیں تو صورت حال پہلے بھی کچھ زیادہ مختلف نہیں تھی، اس لئے کہ ہمارے بزرگ شعراء انشاء، جرأت، جعفر زٹلی وغیرہ بھی الفاظ کی بازی گری، پینترہ بازی اور شعبدہ گری سے مداری کا تماشا دکھا چکے ہیں۔

ہر دور اور ہر عہد کا ایک MOOD لب و لہجہ انداز و اسلوب اور طرز احساس ہوتا ہے ہمارے دور میں سائنس کی حیرت انگیز ایجادات و انکشافات بڑھتی ہوئی صنعتی ترقی کی حشر سامانی اور لمحوں میں سمٹتے ہوئے فاصلوں کی زبوں حالی اور ان سے پیدا ہونے والے نتائج و عواقب کے باعث چاروں طرف قومیت وطنیت اور اجتماعیت کی سنگین دیواریں پریچو JERICHO کی شہر پناہ کی طرح منہدم ہو رہی ہیں معاشرہ کا ہر فرد شعوری اور غیر شعوری طور پر ان حالات سے متاثر ہے۔

آج جدید لکھنے والوں کے کشکول میں مغرب کے چبائے ہوئے نوالے ہیں یا تحلیل نفسی علم ذات اور تنہائی کے کھوٹے سکے: برطانوی فلاسفر برٹرنڈ رسل نے لکھا ہے "ہمارے عہد کے نوجوان کا سب سے بڑا المیہ اور ہورر تنہائی ہے" ہم نے اپنے اساتذہ سے تحلیل صرفی و ترکیب نحوی کی اصطلاحات سنی تھیں لیکن تحلیل نفسی کی اصطلاح نے جدید فکر و ذہن کو جتنا گمراہ کیا ہے نفسیات کے کسی اور نظریے نے اتنا گمراہ نہ کیا انکشاف ذات کے پس پردہ چڑھی ہوئی بے راہروی ان کی حد سے بڑھی ہوئی انانیت ہے جس کے بینگ ہونے کی کہیں جگہ نہیں ملتی اور جس سے کوئی تخلیقی لذت بھی حاصل نہیں ہوتی، اس کے علاوہ زبان اور قواعد کے مروجہ اصول سے کھلم کھلا مذاق ہے پچھلے برس "کتاب" لکھنؤ میں ایک مباحثہ کے دوران محمود ہاشمی نے کہا کہ نظم کو نثر کہنے والے کی زبان کو بھی صحت کی سند دی جانی چاہیے اتنا ہی نہیں محمود ہاشمی کے دارالافتاء سے یہ فتویٰ بھی صادر ہوا ہے کہ کوئی نثر کو نظم کہے تو اسے بھی زبان کے دائرے ہی میں شامل سمجھا جانا چاہیے سوچئے تو سہی اس الٹی منطق کا کوئی کیا جواب دے۔

اس میں شک نہیں زبان کا دائرہ سابق تصورات کی قیود اور تلازمات کی حدود سے باہر ہے اب زبان کا آزادانہ تصور و اظہار اس کا نیا روپ ہے اور زبان کوئی جامد و ساکت شے بھی نہیں کہ ایک ہی ڈھرے پر قائم رہ جائے لیکن ہر زبان کا اپنا ایک مخصوص آہنگ اور صوتیاتی مزاج ہے اور الفاظ کے تلفظ میں تبدیلیاں کچھ اصول و ضوابط کے تحت وجود میں آتی ہیں یوں کوئی بیٹھے بٹھائے زبان کی ماہیت اور اس کی اشکال کو مسخ کر دے اور اس کے ضابطوں قاعدوں اور مروجہ روایات سے انحراف کرے تو اس کا یہ فعل "ایجاد بندہ" سے زیادہ نہیں سمجھا جائے گا خیر یہ تو ہوئی زبان و قواعد کے مسلمہ اصولوں کو بدل دینے کی ایک ضمنی بات!

آج نئے لکھنے والوں کے پاس مسائل زیادہ ہیں اور ادب کم ان کا کوئی مربوط، منضبط، منظم، جامع ہمہ گیر فلسفہ نہیں ہے چند پٹے ہوئے مستعار فارمولے اور نظریے ہیں آج کی نئی شاعری ان کی مدعا فنکشنل نقالی، بھونڈے پن، جسمانی ناآسودگی، جنسی گھٹن اور ان کے ذہنی رویے کی غمازی کر رہی ہے۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے چند ذہین جینئس اور انٹلکچوئل ٹائپ کے فنکار اس رجحان کے پس پشت کام کر رہے ہیں ورنہ کیا وجہ ہے کہ اردو میں تجرباتی شاعری ایک تحریک کی صورت نہیں اختیار کر سکی اور جدید تجربات کے خلاف تعصب کا زور بھی کم نہیں ہوا؟

فلسفۂ حیات و موت پر سوچنے والے فرانسیسی ادیب آل بیر کامیو کی کوئی ڈائری چھپی ہے ایک جملہ دیکھئے شاید بہتوں کا بھلا ہو "جدید لکھنے والوں کی چیزیں چونکاتی ضرور ہیں لیکن بہت کم متاثر کرتی ہیں۔"

اب اس فیصلے کی روشنی میں افتخار جالب اور احمد ہمیش کی شاعری تجرباتی انتشار پسندی کی پیداوار معلوم ہوتی ہے۔

جدید شاعروں کے بے تکے پن کی چند مثالیں بھی آپ دیکھتے چلیں ؎

سخت بیوی کو شکایت ہے جہاں نوے
گاڑی چلتی نہیں گر جاتا ہے پہلے سگنل

سورج سے یہ مرض جاتا نہیں شاعری اپنے نئے سوزاک ہے

کھرے کھوٹے کا سارا بھید کھل جائے گا راتوں میں
(سلیم احمد)

چھلی باہر گئی ہوئی تھی پانی کا مکان بے صدا تھا
(ظفر اقبال)

وہ کس کے کمرے میں تھی		میں تیرے کمرے میں تھا

بے کے نیچے ایک نقطہ ہے کے اوپر دو نقطے (عادل منصوری)

غرضیکہ مجھ کو کوئی بتلائے کہ ایسی بے مقصد، سپاٹ، مبہم، اور بیسیوں شاعری میں کہیں تکنیک کا تنوع ہے، کہیں فکر و احساس کے نئے افق کی روشنی ہے، کہیں جذبے کا انوکھا پن اور نشتریت ہے سوائے جنسی تلذذ اور لذت پرستی کے اور کیا ہے۔ ٹی ایس ایلیٹ کے نزدیک تو شاعری میں جذبے کی وضاحت اور ایک نقطے پر اس کا ارتکاز ہی فکر بن جاتا ہے۔

ان ٹیڑھی، شارٹ کٹ اور جھنجھلائی ہوئی ذہنیت کے نئے شاعروں کے علاوہ بھی ان نئے شاعروں میں چند صالح و صحت مند اور توانا فکر کے افراد بھی ہیں جن کی شاعری میں روح عصر کے ساتھ ساتھ ایک اپیل کرنے والی لذت اور مقصدیت ہے میں اچھے اور برے شاعروں کی جغرافی تقسیم نہیں کروں گا کہیں قدیم جانب داری، تنگ نظری، تعصب اور دوست نوازی کا لیبل نہ لگا دیا جائے اور میں ڈاکٹر محمد حسن کی اس رائے سے بہت حد تک متفق ہوں "نئے اور پرانے کا فیصلہ عمر سے نہیں مزاج اور لب و لہجہ سے ہونا چاہئے"۔

چند برسوں پہلے کی بات ہے محمود ایاز نے سوغات کا جدید نظم نمبر نکالا میں نے اس نمبر کے بعض اہم مضامین و مباحث (نئی نسل اور پرانی نسل (مجتبیٰ حسین) اردو نظم کا مزاج (وزیر آغا) جدید نظم اور تعصب (بلراج کومل) پڑھنے کے بعد انہیں کے اٹھائے ہوئے چند بنیادی اور فکر انگیز مسائل کو ایک سوالنامے کی شکل میں ترتیب دے کر محمود ایاز کے پاس لے گیا اور عرض کیا آپ کے جدید نظم نمبر کے مطالعے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جدید لکھنے والوں کے مضامین بھی ان کی نظموں کی طرح ژولیدہ بیانی، مبہم روی، یاوہ گوئی، ابہام اور مشکل پسندی کا نمونہ ہوتے ہیں ذرا براہ کرم آپ ان سوالات کی تشریح و توضیح کر دیجئے ایاز صاحب نے کہا بھائی جان سوغات کے جدید نظم نمبر ہی کو ذرا غور سے پڑھو اکثر و بیشتر سوالات کے جوابات تم اسی میں سے پاؤ گے (میں در اصل محمود ایاز کی نثر کا بڑا معترف تھا اور اب بھی ہوں اور یہ چیز ہمارے آج کے بعض پیشہ ور نقادوں میں بھی نہیں پائی جاتی۔ ایاز صاحب کے اسے میں اس بات کا اعتراف خود آل احمد سرور صاحب نے بھی کہیں کیا ہے) اور پھر اپنی عدیم الفرصتی کا بہانہ کر کے مجھے ٹال دیا۔ خیر بات آئی گئی ہوگئی لیکن مجھ جیسے کم سواد و بے بضاعت کی اس سے تسلی نہ ہوئی ایک دن میں نے اپنے برادر محترم سلیم بیتابی سے اس امر کا اظہار کیا کہ جدید شاعری اور اس کے مسائل سے متعلق میں نے ایک سوالنامہ مرتب کیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ جدید و قدیم لکھنے والوں کے پاس یہ سوالنامہ بھیجوا دوں اور ان سے اس کے جوابات حاصل کروں۔ "جدید نظم کا مطالعہ" کے نام سے ایک کتاب ترتیب دوں بھائی صاحب نے پر زور الفاظ میں میری تجویز کی تائید کرتے ہوئے میری ہمت افزائی کی بھائی صاحب قدیم و جدید ادب پر بڑی گہری بصیرت رکھتے ہیں باوجود اچھی استعداد اور صلاحیت کے اپنی مخصوص افتاد طبع کی بنا پر تنہائی کے خول میں چھپے ہوئے ہیں لیکن وہ بھی جدید شاعری سے کچھ زیادہ مطمئن نہیں ہیں اور پھر میری یہ تجویز آگے نہ بڑھی۔

ایک دن بیٹھے بیٹھے اسی سوالنامہ کو از سر نو ترتیب دے کر دور حاضر کے نمائندہ نقاد وزیر آغا کے نام میں نے پوسٹ کر دیا چند دن بعد وزیر آغا کا خط سرگودھا سے آیا جہاں وہ مقیم ہیں میرے ان بھیجے ہوئے سوالات کے بارے میں وزیر آغا صاحب نے تحریر فرمایا تھا۔

"جدید شاعری کے سلسلے میں آپ نے بڑے عمدہ سوالات مرتب کئے ہیں دقت یہ ہے کہ اس میں بہت کم سوال ایسے ہیں جن کا جواب چند سطروں میں دیا جا سکے اتفاق سے ان ہی دنوں میری ایک کتاب چھپی ہے۔ اردو شاعری کا مزاج۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس میں آپ کے بیشتر سوالات کا تشفی بخش جواب موجود ہے اس کے مطالعے کے بعد اپنی رائے سے مجھے مطلع کریں"۔

خط کے تعاقب ہی وزیر آغا صاحب نے مجھے اپنی رفیع کتاب اردو شاعری کا مزاج بھجوائی۔ میں خود جدید شاعری کے غالی معتقدوں اور پرستاروں میں سے ہوں اور جدید ادب کا ایک ادنیٰ طالب علم ہونے کے ناطے اس کو مصالحانہ طور پر سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں ہاں البتہ کبھی کبھی افتخار جالب اور احمد ہمیش کی سپاٹ اور طویل نظمیں دیکھ کر گھبرا جاتا ہوں اور زیر لب گنگناتا ہوں۔

چہ تیا مت کہ نمی رسید ز کنار ما بہ کنار ما

جدید ادب کے علمبردار میری یاوہ گوئی، تلخ نوائی اور دراز نفسی کو مخاصمانہ و معاندانہ رویہ پر محمول نہ فرمائیں۔

مراد خضر عناں گیر باید از چپ و راست
کہ گمرہی نہ کنم ورنہ عزم راہ خطاست

آخر میں چند بنیادی مسائل دور حاضر کے ذہین و باشعور لکھنے والے، محمد حسن، خلیل الرحمن اعظمی، باقر مہدی، محمود ہاشمی، شمس الرحمن فاروقی، محمود ایاز، وحید اختر، بلراج کومل، اور عمیق حنفی کی خدمت میں اس نیت سے پیش کئے جا رہے ہیں کہ ان کی تحریروں میں منطقی نظریات سے قطع نظر ایک ضبط و توازن پایا جاتا ہے جو میانہ روی اور اعتدال پسندی کی ایک اچھی مثال ہے اب سوال جدید شاعری کی بقا و ترقی یا فلاح و بہبود کا نہیں بلکہ اس کے ابہام اور ترسیل

اور ابلاغ کا ہے اور ابلاغ و ترسیل کے مسئلے کو حل کرنے میں تنقید و تجزیہ اور نظریاتی احتساب معاون ثابت ہو سکتا ہے پاکستانی نقادوں وزیر آغا، مجتبیٰ حسین، مظفر علی سید، سلیم احمد، شمیم احمد، افتخار جالب نظیر صدیقی اور جمیل جالبی کو کچھ کہنے پر اس لئے مجبور نہیں کر رہا ہوں کہ ان کی تحریریں ہندوستانی رسائل میں بہت کم دیکھنے میں آتی ہیں اس لئے میری آواز کہیں صدا بصحرا نہ ثابت ہو اگر میری یہ تحریر ان کی نظر سے بھی گذر گئی تو چنداں مضائقہ نہیں!

۱۔ اردو کی آزاد نظم میں علامتی شاعری کا بانی کون ہے؟

۲۔ ہمارے یہاں علامتی شاعری کن مرحلوں سے گذری اور گذر رہی ہے اردو میں اس کی ترقی کے کیا امکانات ہیں؟

۳۔ علامتی شاعری کا مطالعہ کس طرح کرنا چاہئے؟

۴۔ اردو میں بہترین علامتی شاعری کے نمونوں کی تنقید و تشریح بیان کیجئے؟

۵۔ اس وقت تک اردو میں فنی اعتبار سے بہترین آزاد نظمیں اور معریٰ نظمیں کن شاعروں نے کہی ہیں ان نظموں کی انفرادی خوبیاں کیا ہیں؟

۶۔ کیا آزاد نظم کو نئی شاعری کہا جا سکتا ہے؟

۷۔ کیا جدید نظم اردو زبان و ادب کی روایت کے خلاف بغاوت ہے اور زبان و ادب کے اصولوں کا کھلا مذاق ہے۔

۸۔ کیا جدید نظم کچھ "ان پڑھ" نوجوانوں کی تجربانی انتشار پسندی کی پیداوار ہے؟

۹۔ کیا وجہ ہے کہ اردو میں تجرباتی شاعری ایک تحریک کی صورت نہیں اختیار کر سکی اور جدید تجربات کے خلاف تعصب کا زور بھی کم نہیں ہوا؟

۱۰۔ کیا ہمارے معاشرے میں جدید اردو نظم کے مزاج کو اپنانے کی صلاحیت ہے اور کیا قاری کا ذہن اس کی موجودہ ہیئت کو قبول کر سکتا ہے۔

۱۱۔ اردو کے پرانے لکھنے والوں کی حد کہاں تک ہے اور نئے لکھنے والوں کی خصوصیات کیا ہیں؟

۱۲۔ کیا تنہا نئے مسائل کی جستجو ہی نئے ادب کی تخلیق کے لئے کافی ہے!

۱۳۔ کیا وجہ ہے کہ ہمارے ادب میں بحیثیت مجموعی پہلی جیسی جاذبیت اثر انگیزی اور بلند نگہی نہیں رہ گئی ہے اور ابھی تک غالب و اقبال کے پایہ کا بلند آہنگ شاعر ہمارا موجودہ ادب پیدا نہ کر سکا؟

۱۴۔ نئی نسل کیا چیز ہے اس کی امتیازی خصوصیات کیا ہیں

۱۵۔ مختلف ادوار کے ادب میں قدر مشترک کا پایا جانا اپنی جگہ صحیح تو ہے لیکن کیا ہر دور کے ادب کی الگ الگ خصوصیتیں بھی ہوتی ہیں؟

۱۶۔ کیا ادب میں نسلی امتیازات پر زور دیا جا سکتا ہے؟

۱۷۔ نئی اقدار سے کیا مراد ہے کیا ادبی اقدار منتقل ہوتی ہیں اگر نہیں تو نئی اقدار کے کھوج کے مطالبہ کی اہمیت کیا ہے؟

۱۸۔ ترقی پسند تحریک اور حلقہ ارباب ذوق میں کیا فرق ہے جس طرح ترقی پسند تحریک ایک مخصوص فلسفہ و مسلک کی پابند ہو کر رہ گئی ہے کیا حلقہ ارباب ذوق بھی کسی مخصوص فلسفہ کا پابند ہے اور کیا جدید شاعری کے نام لیواؤں کا بھی کوئی گروپ ہے مذکورہ دونوں تحریکوں اور جدید شاعری کے گروپ کی امتیازی خصوصیات کیا ہیں؟

شاہد کبیر

غزل

گھوم کر شہر کی فضاؤں میں
لوٹ آئے تمہارے گاؤں میں

زلف سے چاندنی سی چھنتی ہے
حسن چھپتا نہیں گھٹاؤں میں

رہگذاروں میں آج بھی پرخار
آبلے ہی نہیں ہیں پاؤں میں

وقت کے ساتھ آس کی کلیاں
جل گئیں سوچ کی چتاؤں میں

کوئی آمادۂ سفر تو ہو
انگنت چاند ہیں خلاؤں میں

اس جنم میں بچھڑ گئے تو کیا
پھر ملیں گے نئی کتھاؤں میں

ہماری زبان

کو مضامین و مراسلات بھیجتے وقت یہ خیال رکھیں کہ وہ کاغذ کے ایک طرف لکھے ہوں۔ (ادارہ)

اسلام الدین قریشی

ہماری زبان میں غالب

(گذشتہ سے پیوستہ)

عنوان	رپورٹر/جگہ	ہماری زبان تاریخ
۱۹۔ غالب کی صد سالہ برسی کے سلسلے کے کام (اداریہ)	علی گڑھ	۱-۸-۶۷
۲۰۔ غالب پر بہترین ڈراما، گیارہ سو کا انعام	حیدرآباد	۸-۸-۶۷
۲۱۔ عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب (سردار جعفری کی غزل اور بحر متقارب کے وزن کے سلسلے میں)	حبیب الرحمن صدیقی	۸-۸-۶۷
۲۲۔ سوویت یونین میں غالب کی صد سالہ سالگرہ	نووستی، ماسکو	۱۵-۸-۶۷
۲۳۔ لکھنؤ میں مرزا غالب کے بارے میں بین الاقوامی مرکز	لکھنؤ	۲۲-۸-۶۷
۲۴۔ غالب کی صد سالہ برسی کے لئے مسلم یونیورسٹی کا پروگرام	علی گڑھ	۸-۹-۶۷
۲۵۔ غالب انعام۔ بجواب ہماری زبان مورخہ ۲۲ر اگست ۱۹۶۱ء (ٹیگور انعام۔ ساہتیہ اکیڈمی)	خورشید حسن	۲۲-۹-۶۷
۲۶۔ مرزا غالب کی صد سالہ تقریبات ناگری پرچارنی سبھا کاشی منایا کرے گی	بنارس	۱-۱۰-۶۷
۲۷۔ لکھنؤ میں غالب کی صد سالہ سالگرہ کا پروگرام	لکھنؤ	۱-۱۱-۶۷
۲۸۔ اعلان۔ غالب پر ڈراما کے لئے انعام	دہلی	۸-۱۱-۶۷
۲۹۔ غالب کی صد سالہ برسی پر دس لاکھ کے خرچ کا تخمینہ	دہلی	۱۵-۱۱-۶۷
۳۰۔ کتابیات اور اس کا فن (یادگار غالب مرتبہ خلیل الرحمن داؤدی)	امام مرتضیٰ نقوی	۱۵-۱۱-۶۷
۳۱۔ غالب کی صد سالہ برسی اور اردو دوستوں کے فرائض (اداریہ)	علی گڑھ	۲۲-۱۱-۶۷
۳۲۔ غالب کی صد سالہ تقریبات کمیٹی کی مجلس عاملہ کے ممبران کا انتخاب		۱-۱۲-۶۷
۳۳۔ غالب کا ایک شعر	نورالحسن ہاشمی	۱-۱۲-۶۷
۳۴۔ یورپ اور امریکہ میں یوم غالب	قاضی ظہیر الحسن	۱۵-۱۲-۶۷
۳۵۔ غالب کی صد سالہ تقریبات میں بین الاقوامی شخصیتیں مدعو کی جائیں گی	قومی آواز لکھنؤ	۲۲-۱۲-۶۷
۳۶۔ دتا تریہ کیفی کے خطوط (غالب، شبلی، اقبال کی طرح بہت اچھے خطوط نگار بھی تھے۔ غالب کے خطوط کا طرہ امتیاز ہے)	ابو علی	۲۲-۱۲-۶۷
۱۔ ممتاز بنگالی ادیب غالب کی حیات پر ناول لکھیں گے	نئی دہلی	۱-۱-۶۸
۲۔ غالب صد سالہ کمیٹی اجین	اجین	۸-۱-۶۸
۳۔ غالب صد سالہ جشن کمیٹی کے عہدیداروں کا اعلان	لکھنؤ	۱۵-۱-۶۸
۴۔ دور آصفی کے اردو رسائل (ماہنامہ ذخیرہ) تنقیدی مضامین حضرت غالب مغفور (غلام مصطفیٰ ذہین) دیوان اردو کے غالب از شوکت میرٹھی (مہرش بلگرامی)	طیب انصاری	۲۲-۱-۶۸
۵۔ مغربی بنگال میں جشن غالب کی تیاریاں	کلکتہ	۸-۲-۶۸
۶۔ گورکھپور یونیورسٹی میں جشن غالب کی تقریبات کے لئے کمیٹی کا قیام	گورکھپور	۸-۲-۶۸
۷۔ ایک دعوتِ فکر (غزل غالب کی ہے یا نہیں؟) مراسلہ	نثار احمد صدیقی	۸-۲-۶۸
۸۔ کچھ غالب کی صد سالہ برسی کے بارے میں (اداریہ)	علی گڑھ	۱۵-۲-۶۸
۹۔ جشن غالب کے سلسلے میں بین الاقوامی سیمنار	بنارس	۱۵-۲-۶۸
۱۰۔ مرزا غالب کی صد سالہ برسی منائی جائے گی (امریکی یونیورسٹیوں میں)	قائم	۱۵-۲-۶۸
۱۱۔ رفتار (غالب برسی پر مضمون)	خلیل الرحمن اعظمی	۱۵-۲-۶۸
۱۲۔ صدر جمہوریہ نے غالب میموریل کا سنگ بنیاد رکھا	نئی دہلی	۲۲-۲-۶۸
۱۳۔ جشن غالب کے موقع پر انجمن ترقی اردو گوالیار کا پروگرام	اسلام الدین گوالیار	۲۲-۲-۶۸
۱۴۔ انجمن ترقی اردو گورکھپور کی جانب سے جشن غالب منانے کا فیصلہ	گورکھپور	۲۲-۲-۶۸
۱۵۔ بسمل خیرآبادی تلمیذ امیر مینائی (عقیدت خواجہ اور وفات) بحوالہ از مضمون مردان علی خاں رعنا تلمیذ غالب مطبوعہ ہماری زبان ۲۲-۱۰-۶۳	سید فضل المتین	۲۲-۲-۶۸

(باقی آئندہ)

مراسلات

کیا کہا میں نے آپ کیا سمجھے

صحیفہ لاہور اڑتالیسواں شمارہ، جولائی ۱۹۶۸ء صفحہ ۴۴ میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری تحریر فرماتے ہیں

"ریحان لکھنوی مصنف باغ و بہار کا سراغ نہیں ملتا۔ بعض مقالہ نگاروں نے ریحان کا نام دیا کرشن بتایا ہے۔ لیکن یہ خیال صریحاً غلط ہے۔"

اور فٹ نوٹ میں ہماری زبان علی گڑھ کے ۱۵ر جنوری ۱۹۶۱ء اور یکم فروری ۱۹۶۱ء کے دو مضمونوں کا حوالہ دے کر ان غلط خیال مقالہ نگاروں کے نام معراج دھول پوری اور سید مسعود حسن رضوی بتائے گئے ہیں۔ اس طرح مجھ پر یہ غلط الزام آتا ہے کہ میں نے مثنوی باغ و بہار کے مصنف ریحان کا نام دیا کرشن بتایا ہے۔

میرے جس مضمون کا حوالہ دیا گیا ہے اس کا عنوان ہے گل بکاؤلی کا ایک اور قصہ اس مضمون میں (۱) ڈال کر یہ لکھا گیا ہے۔

"۱۵ر جنوری ۱۹۶۱ء کے ہماری زبان میں جناب معراج دھول پوری کا ایک مراسلہ شائع ہوا ہے جس میں موصوف نے فارسی اور اردو کی ان کتابوں کی نشان دہی کی ہے جن میں گل بکاؤلی کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ ان کتابوں کے علاوہ اس موضوع پر ایک اور کتاب میرے علم میں ہے۔ نام اس کتاب کا گل باغ بہار ہے اور مصنف اس کے محمد داؤد علی ناداں حیدرآبادی ہیں۔ یہ تقریباً ساڑھے تین ہزار شعر کی اردو مثنوی ۱۲۶۹ھ کی تصنیف ہے۔ ناداں کی چار کتابوں کے قلمی نسخے میرے کتب خانے میں موجود ہیں کبھی فرصت ملی تو ہماری زبان کے پڑھنے والوں سے اس غیر معروف مصنف کا تعارف کیا جائے گا۔"

میرے اس بیان میں نہ مثنوی باغ بہار کا ذکر ہے نہ اس کے مصنف ریحان کا۔ ایک دوسری مثنوی گل باغ بہار کا ذکر ہے جس کے مصنف کا نام محمد داؤد علی ناداں حیدرآبادی بتایا گیا ہے۔

اس مضمون میں نمبر (۲) ڈال کر یہ لکھا گیا ہے:۔

"منشی دیا کرشن ریحان لکھنوی کا قطعہ لاجواب زیر نظر مراسلے میں آثار الشعرائے ہنود سے نقل کیا گیا ہے جو حسب ذیل ہے۔

کوئی ہمارے تغافل شعار سے کہہ دو — کہ آپ ذرہ نوازی جو مہر دار کریں
تو باوجود تقاضائے مرگ وشدت غم — ہم اور بھی نفسے چند انتظار کریں

مدت ہوئی کہ یہ قطعہ کہیں حسب ذیل صورت میں ملا تھا اور اسی صورت میں میں نے اس کو اپنی کتاب ہماری شاعری میں نقل کیا ہے۔

کوئی یہ میرے تغافل شعار سے کہہ دے — کہ آپ ذرہ نوازی جو مہر دار کریں
تو باوجود تقاضائے مرگ و شدت نزع — ہم اور ابھی نفسے چند انتظار کریں

اور یہی صورت بہتر معلوم ہوتی:"

اس بیان میں بھی نہ مثنوی باغ بہار کا ذکر ہے نہ اس کے مصنف ریحان کا۔ صرف دیا کرشن ریحان کے ایک قطعے کا ذکر ہے۔

میرے ان بیانوں پر نظر کی جائے تو جناب فرمان کے مندرجۂ بالا ارشاد پر یہ مصرع صادق آئے گا۔ "کیا کہا میں نے آپ کیا سمجھے"۔

(سید مسعود حسن رضوی ادیب)

مدیر ہماری زبان کے نام

ملیالم، تامل، بنگالی وغیرہ علاقائی زبانوں کے جاننے والے اگر اردو سیکھنا چاہیں تو آپ انھیں کن کتابوں (قاعدوں) کی سفارش کریں گے؟ کسی انجمن یا ادارہ نے بھی آج تک اس مسئلہ پر توجہ دی ہی نہیں۔ کم از کم اب تو ریاستی انجمنیں علاقائی زبانوں کے ذریعے اردو زبان سیکھنے کے قاعدے بلا تاخیر مرتب کر دا کر شائع کروائیں جن کی قیمت معمولی ہو۔ اردو کا کیس (CASE) ایسے ٹھوس کاموں سے مضبوط ہوگا!۔ یہی حال ڈکشنریوں کا بھی ہے!۔ اتنے برس گزر گئے لیکن آج تک علاقائی زبانوں سے اردو (اور اردو سے علاقائی زبانوں میں) ڈکشنریاں مرتب نہ کی جا سکیں۔ کم از کم اب تو کوئی منصوبہ تیار کیا جائے کہ اتنے عرصہ میں اتنا کام ہوا۔ اس امر عظیم کی تکمیل کے لئے موازنہ کا سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ تو عرض کروں گا کہ جب اور اغراض کے لئے مشاعروں کے ذریعہ رقم جمع کی جا سکتی ہے تو پھر مذکورہ بالا شدید ترین ضرورت کے لئے کیوں نہیں! (اطلاعاً عرض کر دوں کہ ادبی ٹرسٹ حیدرآباد نے صرف تین سالانہ مشاعروں ہی میں ہزاروں روپے کمائے ہیں!!) براہ مہربانی ذمہ دار احباب دادارے فوری توجہ فرمائیں تو مناسب ہے۔

یکم راگست کے شمارے میں ظلوں میں اردو شعرا (مرحوم) کے کلام کی ریکارڈنگ حاصل کرنے سے متعلق محمد خاں صاحب بھوپالی کی تجویز واقعی سنجیدگی سے غور طلب اور فوری فیصلہ کا خواہاں ہے۔

(ابن غوری دکنی)

تصحیح

۲۲ر اگست ۱۹۶۸ء کے ہماری زبان میں صفحہ ۲ پر اردو گھر کے عنوان سے رؤف خیر صاحب کی ایک اچھی نظم شائع ہوئی ہے جس کا تیسرا شعر یہ تھا۔

تم نہ تھے دامن ... ساتھ لاؤ — تم الفت و اخلاص کا چونا لاؤ

اور آخری شعر یہ تھا۔

اب ... خزانوں سے ... — ٹوٹی ہوئی دیوار سنبھالو یارو

بہار میں انجمن ترقی اردو کی سرگرمیاں

انجمن ترقی اردو بہار لسانی سروے کمیٹی کا جلسہ

لسانی سروے کمیٹی بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کی پہلی نشست اعلان کے مطابق بتاریخ ۱۸ر اگست ۱۹۶۸ء بروز اتوار بوقت دس بجے دن بمقام ماہتاب منزل، تاتارپور، بھاگلپور زیر صدارت الحاج غلام سرور، صدر بہار ریاستی انجمن ترقی اردو منعقد ہوئی جس میں پروفیسر مظفر اقبال کنوینر اور زین الحق صاحب، جوائنٹ کنوینر لسانی سروے کمیٹی کے علاوہ ڈاکٹر محمد یونس صدر ضلعی انجمن ترقی اردو بھاگلپور اور مولینا سید شاہ شرف عالم ندوی جنرل سکریٹری ضلعی انجمن ترقی اردو، بھاگلپور نے مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت کی، جناب جناب صدیقی جنرل سکریٹری بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کمال الدین صدیقی، رکن لسانی سروے کمیٹی اور شمیم ربانی رکن لسانی سروے کمیٹی چند مجبوریوں کی بنا پر شرکت نہیں کر سکے اس نشست میں ایجنڈے پر غور و فکر کے بعد مندرجہ ذیل تجویزیں بہ اتفاق رائے منظور کی گئیں:۔

۱۔ آج کی نشست یہ طے کرتی ہے کہ ریاست کے تمام اضلاع کا لسانی جائزہ علیحدہ علیحدہ لیا جائے اور اس کام کے لئے ہر ضلع میں لسانی سروے کمیٹی اپنے چند نمائندوں پر مشتمل ایک ذیلی کمیٹی قائم کرے، یہ ذیلی کمیٹیاں اپنے اپنے ضلع کے کل سب ڈویژن، انچل یا بلاک یا وارڈ اور پنچایت یا محلہ میں اپنے نمائندے مقرر کریں تاکہ سروے کا کام پنچایت وار اور محلہ وار کیا جا سکے مزید یہ کہ ذیلی کمیٹیوں کے قیام کے لئے انجمن کی ضلعی شاخوں سے مدد لی جائے۔

۲۔ آج کی نشست طے کرتی ہے کہ پہلی قسط میں سروے کا کام صرف چار اضلاع یعنی پٹنہ، رانچی، بھاگلپور، اور پورنیہ میں کیا جائے اور اس کا صدر دفتر بھاگلپور میں قائم کیا جائے۔

۳۔ آج کی نشست طے کرتی ہے کہ کمیٹی کے تیار کردہ فارم اور "رہنمائے لسانی سروے" کو جلد از جلد طبع کرا لیا جائے اور آغاز کار سے قبل سروے کنندگان کو فارم کی خانہ پری کی تربیت دی جائے۔

۴۔ آج کی نشست یہ طے کرتی ہے کہ کمیٹی کے صدر دفتر کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے کمیٹی انجمن سے مبلغ ڈھائی ہزار روپے (۲۵۰۰ روپے) طلب کرے اور مختلف اضلاع کی کمیٹیوں کے اخراجات کے لئے انجمن سے درخواست کی جائے کہ وہ اپنی ضلعی شاخوں کو ہدایت کرے کہ وہ اپنے ضلع کی سروے کمیٹیوں کے اخراجات برداشت کریں اور اس سلسلے میں انھیں انجمن کی رسید پر رقم فراہم کرنے کا اختیار دیا جائے۔

۵۔ آج کی نشست یہ طے کرتی ہے کہ کمیٹی کے بڑھتے ہوئے کام کے پیش نظر مندرجہ ذیل حضرات کو کمیٹی کا رکن نامزد کیا جائے۔

۱۔ احمد جنید صاحب (رانچی)، ۲۔ فیاض الرحمن صاحب (پٹنہ) اور ۳۔ محمد رفیق صاحب (تاتارپور، بھاگلپور)

(مظفر اقبال کنوینر لسانی سروے کمیٹی بہار ریاستی انجمن)

بھاگلپور میں انجمن ترقی اردو کا جلسہ

بھاگلپور یہاں مسلم اسکول کے احاطے میں انجمن ترقی اردو کی ضلعی شاخ کی طرف سے ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں دس ہزار سے بھی زیادہ لوگوں نے شرکت کی۔ بھاگلپور کے علاوہ صاحب گنج کے عوام بھی بڑی تعداد میں جلسے میں شریک ہوئے۔ جلسے میں ہر طبقے کے لوگ شامل تھے، مرد عورت بوڑھے، جوان، تاجر، کاشتکار، ڈاکٹر، وکیل، طلبہ، اساتذہ، غرضکہ ہر پیشہ اور ہر طبقہ کے لوگوں نے جلسے میں شرکت کی اور اس کو کامیاب بنایا۔

کنوینر لسانی سروے کمیٹی کی اپیل

اس جلسہ میں پروفیسر مظفر اقبال، کنوینر لسانی سروے کمیٹی، بہار ریاستی انجمن ترقی اردو نے انجمن کی منظور کردہ تجویزوں پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ شہر بھاگلپور میں اب تک اردو تعلیم کا مناسب انتظام نہیں ہے، اردو طلبہ کے لئے ایسی درسگاہوں کی کمی ہے جن کا ذریعہ تعلیم اردو ہو، چنانچہ اسی کمی کو دور کرنے کے لئے انجمن ترقی اردو بھاگلپور نے اس شہر میں ایک اردو کنڈر گارٹن اور ایک اردو گرلز ہائی اسکول کے قیام کی تجویزیں منظور کی ہیں۔ اردو گرلز اسکول وقت کی ایک اہم ترین ضرورت ہے۔ بھاگلپور میں اب تک اردو طالبات کے لئے ایسی کوئی درسگاہ موجود نہیں ہے جس میں ہائی اسکول کی تعلیم اردو کے ذریعہ دی جاتی ہو۔ بچیوں کا ایک لوئر پرائمری اسکول ضرور ہے جو کبھی اپر پرائمری تھا لیکن ارباب اقتدار کی مہربانیوں کے باعث اب وہ لوئر پرائمری بن چکا ہے۔ انجمن کی طرف سے یہ کوشش جاری ہے کہ اس اسکول کو کم سے کم مڈل اسکول بنا دیا جائے اور مجوزہ اردو گرلز اسکول میں آٹھویں درجہ سے میٹرکولیشن تک کی تعلیم دی جائے مجھے امید ہے کہ بھاگلپور کے اردو دوست انجمن کی اس تجویز کی تائید کریں گے اور حکومت بھی اس سلسلے میں تعاون کرے گی اس لئے کہ حکومت ہند کی وزارت تعلیم کی یہ پالیسی ہے کہ طلبہ کو ان کی مادری زبان میں تعلیم دی جائے لہٰذا پوری توقع ہے کہ ریاستی حکومت مرکز کی پالیسی کی خلاف ورزی نہیں کرے گی۔ اس کے علاوہ شہر کے کچھ اردو دوست اردو کنڈر گارٹن کے قیام کے سلسلے میں کوشش کر رہے ہیں انجمن نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان کی کوشش میں پورا پورا تعاون کرے لہٰذا میں بھاگلپور کے تمام اردو دوستوں سے اپیل کرتا ہوں کہ ان اردو دوستوں کے ساتھ تعاون کریں۔

مجلس استقبالیہ بھاگلپور کے صدر کا خطبہ

مجلس استقبالیہ کے صدر ڈاکٹر محمد یونس صاحب نے اپنے خطبہ میں فرمایا سارے ہندوستان کی طرح بھاگلپور کمشنری کے بھی ہر شہر، ہر گاؤں اور ہر بستی کے بیشتر افراد اردو بولتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور اگر اس کا سروے کیا جائے تو تعداد میں کسی دوسری زبان سے اگر زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں ہوں گے اردو لسانی، عوامی، علمی، ادبی اور کاروباری کسی بھی اعتبار سے ملک کی کسی زبان سے کمتر اور فروتر نہیں ہے۔ آئینی اعتبار سے بھی یہ ملک کی دلیسی ہی اور ایسی ہی قومی دجمہوری زبان ہے جیسی اور جتنی دوسری چودہ زبانیں بہ شمول ہندی نہ ایک درجہ کم اور نہ زیادہ وہ بھی یہ بات کہ اردو کو مسلمانوں کے سر تھوپ کر اس کو سیاسی طور پر اقلیت کی زبان کہا جاتا ہے اور مسلمانوں ہی کی آبادی اور تعداد کے پیش نظر اب تک اس کا کوئی علاقہ متعین نہیں کیا گیا ہے تو یہ دھاندلی اور فریب کاری کے سامنے ایک چیلنج رکھتی ہے۔ اس لئے انجمن اردو کے کاز کو باوجود سخت مخالفت کے بتدریج آگے بڑھا رہی ہے اب وقت آگیا ہے کہ ہم سب ایک ایک فرد انجمن کے ساتھ ہو کر اس کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنائیں۔

۲۰-۲۱ برسوں کی اردو مخالفت نے اب ہم کو اعلانیہ دو محاذ بنانے پر مجبور کر دیا ہے اور دونوں محاذوں پر نہایت مستعدی سے ہم سب کو کاربند ہونا ہے پہلا محاذ تو لسانی جنگ کا ہے جو انجمن ترقی اردو کے پلیٹ فارم سے باضابطہ لڑی جا رہی ہے اور اگرچہ اس محاذ پر ہمیں مکمل کامیابی اب تک نہیں ہوئی ہے پھر بھی ہم مایوس نہیں ہیں اور مایوس ہونا بھی نہیں چاہئے اس لئے انجمن نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ بہار کی ساری اردو آبادی کا سروے کیا جائے اور ان کے مسائل کا جائزہ لیا جائے تاکہ اسی نہج پر انجمن کا کام آگے بڑھے۔ دوسرا محاذ ہے اپنا ہی یعنی اردو کے لئے وہ کام ہم انفرادی یا اجتماعی طور پر کر سکتے ہیں اور جس پر ہم کو مکمل قدرت حاصل ہے۔ مثلاً اردو اخبار بینی، اردو کتب بینی اردو پبلک لائبریری کا قیام اور اس سے استفادہ اس محاذ پر ہمیں اپنے آپ سے لڑنا ہوگا اور یہ کام کرنا ہوگا۔

ٹلی پر پیز ہائر سکنڈری اسکول میں اردو کے ذریعہ تعلیم

پٹنہ ڈی پی آئی بہار کے احکامات کی تعمیل میں گرونانک ٹلی پر پیز ہائر سکنڈری اسکول پٹنہ میں پچھلے دنوں پھر اردو اور بنگلہ کے مزید دو دو اساتذہ نے جوائن کر لیا۔ یاد ہوگا کہ پورے اسٹیٹ میں صرف اسی اسکول میں پچھلے سال اقلیتی زبانوں کے ذریعہ تعلیم دینے کا انتظام کیا گیا تھا اور اردو اور بنگلہ کے اساتذہ کا اسی غرض سے دوسرے اسکولوں سے تبادلہ ہوا تھا اور تعلیم ہو بھی رہی تھی کہ موجودہ ڈی پی آئی نے ان تمام اساتذہ کو پھر اپنی پرانی جگہ پر جانے کا حکم دے دیا اور یہ چلے بھی گئے۔ واضح رہے کہ ۲۹ جولائی کو انجمن ترقی اردو اور بنگلہ اسیوسی ایشن کا ایک مشترکہ وفد گورنر بہار سے ملا تھا اور جو میمورنڈم پیش

کیا تھا اس میں اس زیادتی کا ذکر بھی کیا گیا تھا۔

چنانچہ خبر ملی ہے کہ گورنر بہار نے اسکول مذکور میں اردو اور بنگلہ کے ذریعہ تعلیم دینے کا فوری آرڈر دیا جس پر عمل کرتے ہوئے ڈی۔ پی۔ آئی نے دوسرے چار اساتذہ کا اس اسکول میں پھر سے ٹرانسفر کر دیا اور ان ٹیچروں نے جوائن بھی کر لیا۔

محکمہ تعلیم کے افسران اردو کے ساتھ کھلی بے انصافی سے کام لے رہے ہیں

دربھنگہ ضلع میں اب تک بہت سے اسکولوں میں اردو اساتذہ کی کمی شدت سے محسوس کی جا رہی ہے اس ضمن میں دربھنگہ ضلع انجمن ترقی اردو کے جنرل سکریٹری جناب قمر مخدومی نے کئی بار ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر ضلع سپرنٹنڈنٹ آف ایجوکیشن سے ملاقاتیں کیں اور نیکی ہائی اسکول نیکی مڈل اسکول، اینہ اسلام پور اور جھنجھارپور کے بعض اسکولوں کی طرف دھیان دلایا

انجمن ترقی اردو شاخ راجگیر تھانہ

راجگیر، انجمن ترقی اردو راجگیر تھانہ شاخ کی تنظیمی کمیٹی کی میٹنگ زیر صدارت جناب سمیع اللہ صاحب موضع کر اوہ منعقد ہوئی۔ تنظیمی کمیٹی کے جنرل سکریٹری جناب ایم بشیر الدین نے رپورٹ پیش کی پاس ہونے کے بعد باضابطہ تھانہ کمیٹی کا انتخاب عمل میں آیا جس میں جناب بدرالدین صاحب موضع بجوئی صدر منتخب ہوئے نائب صدر جناب پریم پردیپ موضع دیپ نگر اور سکریٹری کامریڈ سمیع احمد صاحب موضع کر اوہ اور اسسٹنٹ سکریٹری جناب اشوک کی رشنہ موضع کرٹیریہ بگہہ منتخب کئے گئے۔ ایک تجویز کے ذریعہ ریاستی انجمن ترقی اردو کے نئے منتخب نمائندوں پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا گیا اور یہ تجویز بالاتفاق رائے پاس ہوئی۔ ریاستی انجمن ترقی اردو کے رہنماؤں سے مطالبہ کیا گیا کہ انجمن ترقی اردو کی پٹنہ کانفرنس نے لسانی سروے کے سلسلے میں جو تجویز پاس کی ہے اس کو ثابت قدمی سے بروئے کار لانے کے لئے کوشش کی جائے۔

انجمن کی سرگرمیوں کے بارے میں صدر انجمن بہار کا بیان

پٹنہ، غلام سرور صدر بہار ریاستی انجمن ترقی اردو نے حسب ذیل بیان بغرض اشاعت ارسال کیا ہے۔ بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کا قافلہ خدا کے فضل و کرم سے رواں دواں ہے، ہم نے عزم صمیم کیا ہے کہ دیر یا سویر آج یا کل، کسی قیمت پر بھی اردو کو بہار کی علاقائی اور دوسری زبان بنا کر ہی دم لیں گے اور اس راہ کی تمام صعوبتوں کو جھیلیں گے مایوسیوں اور ناکامیوں کا سامنا ڈٹ کر کریں گے اور کسی بھی قربانی سے گریز نہ کریں گے۔ انشاء اللہ آخری فتح ہماری ہوگی۔ کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔ ہم اگلے ماہ کے اواخر میں اپنی مجلس عاملہ اور کونسلروں کی ایک اہم اور غیر معمولی نشست بلا رہے ہیں اس موقع پر ہم اردو

دوستوں کو اپنے قطعی نتیجے اور تفصیلی اقدامات سے آگاہ کریں گے۔

پچھلے دو برسوں میں ہم نے تعمیری اقدامات پر اپنی ساری توجہات مرکوز کر دی ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ ہم تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہے ہیں خدا نے چاہا تو بہت جلد بہار کے گوشہ گوشہ میں بچیوں کے اسکول، چھوٹے بچوں کے انگریزی طرز کے اسکولوں، پرائمری، مڈل، ہائر سکنڈری اسکولوں، تعلیمی اداروں اور کالجوں کا ایک جال بچھا دیا جائے گا۔ تحریک زور پکڑ چکی ہے اور ہر ضلع میں اردو دوست سرگرم عمل ہیں یہ بات باعث اطمینان ہے کہ سروے کا کام شروع کر دیا گیا ہے محبان اردو نئے عزم و حوصلے سے میدان عمل میں کود پڑے ہیں ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اس سال بہار بھر میں دو لاکھ ابتدائی ممبر بنائیں گے۔ یہی اس امر کا ثبوت ہوگا کہ ہماری انجمن اور اردو دوست اب زیادہ متحد و متفق اور پہلے سے کہیں بہتر طور پر منظم و مستحکم ہیں۔ اردو دوستوں سے میری درخواست ہے کہ وہ ہمارا ہاتھ بٹائیں اور دست تعاون دراز کریں۔

یونیورسٹی کی سطح پر اردو کتابیں چھاپنے کے لیے کمیٹی

نئی دہلی۔ یہاں وائس چانسلروں کی میٹنگ ہوئی جس میں گفتگو کے نتیجے کے طور پر ایک ایسی کمیٹی کے قیام کی تجویز ہے جو اردو میں یونیورسٹی کی سطح کی کتابیں تیار کرے گی یہ میٹنگ مرکزی وزارت تعلیم کی طرف سے بلائی گئی تھی اس کی صدارت مرکزی وزیر تعلیم ڈاکٹر ترگن سین نے کی۔ اس میٹنگ میں فیصلہ کیا گیا کہ ریاست جموں وکشمیر کے وزیر اعلیٰ جناب جی ایم صادق سے درخواست کی جائے کہ وہ اس مجوزہ کمیٹی کے صدر ہوں اور اس کی میٹنگ جلد از جلد بلائیں۔ اس کمیٹی کے دیگر ارکان میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی جموں اور کشمیر یونیورسٹی عثمانیہ یونیورسٹی لکھنؤ یونیورسٹی جامعہ ملیہ اسلامیہ اور دہلی یونیورسٹی کے وائس چانسلر شامل ہوں گے تعلیم سے متعلق قومی پالیسی کی قرارداد کو عملی جامہ پہنانے کے لیے جو اہم اقدامات کئے جا رہے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ علاقائی زبانوں کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے چنانچہ اس مقصد کے لئے علاقائی زبان میں یونیورسٹی کے معیار کی درسی کتب کی تیاری کا کام کیا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لئے بھارت سرکار نے چوتھے منصوبے میں ریاستی سرکاروں کو امداد دینے کے لئے ایک اسکیم شروع کی ہے توقع ہے کہ ریاستی سرکاریں اس امداد کو مختلف یونیورسٹیوں کے اشتراک عمل سے کتابوں کی تیاری کے لئے کام میں لائیں گی۔ اردو کے فروغ کے لئے مالی امداد ریاست جموں اور کشمیر کے توسط سے دی جائے گی۔ (الجمعیۃ)

یوپی میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیا جائے

نئی دہلی۔ راجیہ سبھا میں یوپی کے ضمنی بجٹ سے متعلق تعرف بل پر بولتے ہوئے فارورڈ بلاک کے ممبر چنا باسو نے صدر پر زور دیا کہ وہ موجودہ قانون میں ترمیم کریں تاکہ اردو کو یوپی میں دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیا جائے۔ (ریاست)

حیدرآباد میں فانی بدایونی کی برسی

حیدرآباد۔ بزم صبا کی جانب سے شوکت علی خاں فانی بدایونی کی (۲۷) ویں برسی ۲۷ اگست کو اہتمام کے ساتھ منائی گئی۔ پانچ بجے شام فانی کے مزار واقع درگاہ یوسفین پر انجمن ترقی اردو ادارہ ادبیات اردو، اردو مجلس اور بزم صبا کی جانب سے چادر گل چڑھائی گئی اس موقع پر ادیبوں شاعروں اور دانشوروں کی بڑی تعداد موجود تھی۔ فانی کے مزار پر بزم صبا کی جانب سے کتبہ نصب کیا گیا اور جنگلہ لگا کر اسے مزید محفوظ کیا گیا ہے۔ چھ بجے شام اردو ہال میں مولوی حبیب الرحمٰن صاحب معتمد انجمن ترقی اردو کی صدارت میں جلسہ منعقد ہوا۔ ابتدا میں جناب سلیمان اریب کنوینر جلسہ نے بتایا کہ میر اور ذوق کی قبروں کی بے حرمتی نے ہمیں یہ احساس دلایا کہ اپنے عظیم المرتبت شاعروں اور ادیبوں کی قبروں کو محفوظ کرنے کی طرف توجہ کی جانی چاہیے۔ انھوں نے کہا کہ بزم صبا فانی کا کلیات ترتیب دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔ مولوی سید علی اکبر صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ وہ چار پانچ برس فانی کے ساتھ محکمہ تعلیمات میں کام کر چکے ہیں۔ فانی نہایت منکسر المزاج تھے، انگریزی پر انھیں خاص دسترس حاصل تھی۔ علامہ حیرت بدایونی نے اپنی تقریر میں فانی بدایونی سے اپنے مراسم کا حال تفصیل سے سنایا انھوں نے کہا کہ فانی ابتدا میں شوکت تخلص کرتے تھے وہ غزل گو شاعر تھے لیکن غزل ہی میں انھوں نے غم اور موت کا فلسفہ پیش کر کے اردو ادب میں

اپنی ایک منفرد حیثیت بنالی ہو۔ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب نے صدارتی تقریر میں بزم صبا کی مساعی کی تعریف کی اور امید ظاہر کی کہ بزم صبا کلیات کی اشاعت کا کام بھی بحسن خوبی انجام دے گی (کلیات ڈاکٹر مغنی تبسم مرتب کر چکے ہیں جنھیں فانی ہی پر مقالہ لکھنے پر ڈاکٹریٹ ملی ہے)۔ آخر میں عارف رؤف، ممتاز احمد، حکیم راگی اور عابد علی خاں نے فانی کا کلام ساز پر پیش کر کے بے حد داد تحسین حاصل کی جس نے جلسہ پر سنگت کی۔ جناب سلیمان اریب کے شکریہ پر جلسہ اختتام کو پہنچا۔

دینا بندھو کالج شب پور میں اردو کی تعلیم

ہوڑہ۔ یہاں کی ایک سماجی انجمن یونائیٹڈ شب پور سوشیل آرگنائزیشن کے زیر قیادت ایک وفد دینا بندھو کالج کے سکریٹری اور پرنسپل سے ملا۔ وفد نے اردو تعلیم کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ ہوڑہ کے علاقہ میں کسی کالج میں اردو تعلیم کا انتظام نہیں ہے اور یہاں کے اردو داں طلبہ کے لئے یہ ایک بڑی پریشانی کا باعث ہے۔ اس لئے اس کالج میں اردو تعلیم کا بندوبست ہونا چاہیے۔ چنانچہ اردو داں طلبہ کی دقتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے دینا بندھو کالج کے پرنسپل اور سکریٹری نے مذکورہ کالج میں اردو تعلیم کا انتظام کر دیا ہے۔ اس سلسلہ میں محمد عباس پرویز صاحب کا بہ حیثیت اردو لکچرر تقرر ہوا ہے۔

(ایم اے تمام)

اردو طلبہ کو انجمن کی شاخ مالیگاؤں کی جانب سے انعامات

مالیگاؤں۔ یوم آزادی کے موقع پر اس بار انجمن ترقی اردو شاخ مالیگاؤں کی جانب سے اردو میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کرنے والے مندرجۂ ذیل طلبہ اور طالبات کو ۲۵، ۲۵ روپے کی کتابیں انعام میں دی گئیں۔

نام	اسکول
۱۔ نہال احمد حافظ نعیم سوداپورہ	جمہور ہائی اسکول
۲۔ الف۔ محمد لئیق پروین محمد حسن دانش مصری خان کا باڑہ	مالیگاؤں ہائی اسکول
ب۔ قاری رقیہ محمد امین	”
۳۔ محمد امین امام الدین ۲۰ ہزار کھولی	اردو اسکول ۷
۴۔ شمس النساء محمد حسن اسلام پورہ	اردو اسکول ۱۲

(شعبان انصاری سکریٹری)

گورنمنٹ انٹر کالج ہردوئی میں اردو طلبہ کو پریشانی

ہردوئی۔ امسال گورنمنٹ انٹر کالج ہردوئی کے اردو طلبہ کو جن کی تعداد تقریباً ۲ سو بتائی جاتی ہے، بہت زیادہ پریشانی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے کیونکہ گذشتہ سال جن اردو ٹیچر کا یہاں سے ٹرانسفر ہو گیا ہے۔ اس کی جگہ پر ابھی تک کسی اور ٹیچر کا انتظام نہیں کیا گیا ہے۔ اسی طرح ایک مقامی گرلز انٹر کالج میں نہم و دہم کلاسوں کی طالبات کو اردو ٹیچر کی فراہمی سے انکار کیا جا رہا ہے۔ جب کہ لڑکیوں کو اردو بحیثیت اختیاری مضامین لینے کی اجازت دے دی گئی ہے جس سے طالبات اور ان کے ورثا کافی پریشان ہیں۔

دہلی میں انجمن ترقی پسند مصنفین کی دو ادبی نشستیں

دہلی۔ انجمن کی پہلی نشست ۳ اگست کو آرٹ انسٹی ٹیوٹ جامعہ ملیہ میں زیر صدارت جناب عبداللہ ولی بخش منعقد ہوئی جلسہ میں محترمہ بیگم صالحہ عابد حسین صاحبہ، جے پال سنگھ ترنگ صاحب، محمد یوسف پاپا اور سیفی پریمی صاحب نے اپنی تخلیقات پیش کیں۔ انجمن کی دوسری نشست جناب محمد یوسف صاحب پاپا کی صدارت میں منعقد ہوئی جس میں پنڈت رادھے شیام پاٹھک صاحب، جے پال سنگھ ترنگ صاحب، سید آل حسن کاظمی صاحب، جناب سطوت رسول صاحب، ڈاکٹر اجمل اجملی صاحب، جناب محمد یوسف پاپا صاحب نے اپنی تخلیقات پیش کیں۔

(سکریٹری سیفی پریمی)

صفحہ ۱۲ سے آگے

کو زوال نہیں ہو سکتا۔ نہ وہ شاہین اصطبل کی آبرو ہونے پر فخر کر سکتے ہیں اگر وہ نالائق طلبہ کے سعادت مند والدین بن گئے تو بھی بات بنے گی نہیں بگڑے گی۔ انھیں اپنے فرض کو پہچاننا ہے۔ اگر نوجوانوں میں رہتے ہوئے بھی ان کا ذہن پرانی باتوں کا خوگر ہے، اگر وہ نئی نسل کے وسوسوں اور الجھنوں اور اس کے غم و غصے کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور اگر وہ ہمدردی اور مضبوطی سے ان کو صحیح راستہ پر نہیں لے جا سکتے، تو یہ ان کی بہت بڑی کوتاہی ہوگی۔ ہاں وہ اس وقت طلبہ کی رہنمائی کر سکیں گے جب طلبہ کے سامنے ان کا نقش (IMAGE) اچھا ہوگا۔ اگر طلبہ بیشتر اساتذہ کو ارباب سیاست کا مصاحب یا ارباب دولت کا پجاری یا اعلیٰ علمی اور اخلاقی اور سماجی معیاروں سے عاری پائیں گے تو ظاہر ہے کہ وہ ان کی بات نہ سنیں گے کیونکہ ان کے دل میں ایسے استادوں کا کوئی احترام نہ ہوگا۔ استاد اگر اچھے استاد ہو جائیں تو طالب علموں کو بھی راہ راست پر لا سکتے ہیں۔ موجودہ صورت حال صرف استادوں اور طالب علموں کے لئے ہی نہیں ملک کے مستقبل کے لئے تشویشناک ہے۔ اساتذہ کو اس وقت اپنے خول سے نکلنا چاہیے۔ اپنی گروہ بندی اور سیاست کو خیر باد کہنا چاہیے اور ملک کی ذہنی تعمیر کی خاطر علم کی چوکیوں اور تھانوں اور علم کے مزاروں کی جگہ جیتے جاگتے متجسس اور بیدار ادارے بنانے چاہئیں۔ دہلی یونیورسٹی کے اساتذہ سے ہمیں توقع ہے کہ وہ اس معاملے میں دوسری یونیورسٹیوں کی قیادت کر سکیں گے۔

آل احمد سرور

میرا صفحہ

دہلی یونیورسٹی ہندوستان کی بہترین یونیورسٹیوں میں شمار کی جاتی ہے۔ اس کے بعض شعبے اور بعض پروفیسر بین الاقوامی شہرت رکھتے ہیں۔ اس لئے وہاں آج کل جو بے چینی ہے اور جس کے نتیجے میں وائس چانسلر کو دس دن کے لئے یونیورسٹی بند کرنا پڑی، یہ دہلی یونیورسٹی کا ہی مسئلہ نہیں بلکہ ملک کے سب دانشور حلقوں اور طالب علموں کا مسئلہ ہے یعنی اس کی قومی اہمیت ہے۔ اس لئے میں آج کی صحبت میں اس پر اظہار خیال کرنا چاہتا ہوں۔

میرے نزدیک یونیورسٹی کی بہت سی الجھنیں اس وجہ سے ہیں کہ یہ بہت بڑی ہو گئی ہے۔ اس میں طلبہ کی تعداد لگ بھگ پینتالیس ہزار ہے۔ تیس سے اوپر کالج اس سے ملحق ہیں اور کم و بیش تین ہزار اساتذہ اس سے متعلق ہیں۔ ظاہر ہے کہ یونیورسٹی کا پرانا ڈھانچا اس پھیلاؤ کا متحمل نہیں ہو سکتا ہے۔ ہمارے ارباب حل و عقد کا روایتی نقطۂ ایسے معاملات میں انتظار کرنا اور دیکھنا کا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معاملات قابو سے باہر ہو جاتے ہیں اور پھر فیصلہ میز کے گرد نہیں چوراہے پر ہوتا ہے۔

اس لئے اگر یونیورسٹی کیمپس پر جو کالج ہیں دہلی یونیورسٹی انھیں تک محدود رہتی اور دوسرے کالجوں کے لئے دہلی میں ایک اور یونیورسٹی قائم کر دی جاتی تو غالباً انتظامات میں سہولت ہوتی۔ نہرو یونیورسٹی جب بھی بنے گی ایک خاص قسم کی یونیورسٹی ہوگی۔ دہلی میں اب ایک ایسی یونیورسٹی کی ضرورت ہے جو شہر میں پھیلے ہوئے کالجوں کا الحاق کرے گی۔

موجودہ پیچیدگی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اساتذہ اور طلبہ میں وہ ربط نہیں ہے جو پہلے تھا۔ جب طلبہ کی تعداد اتنی بڑھ جائے تو یہ ربط رہ بھی نہیں سکتا ہے۔ اگر اساتذہ کا طلبہ سے گہرا تعلق ہو، اگر یونیورسٹی کے وائس چانسلر اور کالجوں کے پرنسپل درس و تدریس اور طلبہ سے رابطہ پر زیادہ زور دیں اور انفرادی ریسرچ کو جو بیشتر صرف اگلی سیڑھی چڑھنے کے لئے ہوتی ہے اور بعض اوقات درس و تدریس اور طلبہ سے رابطے کے تقاضوں کو نظر انداز کر کے ہوتی ہے ثانوی قرار دیں تو اساتذہ کا ہاتھ طلبہ کی نبض پر رہے۔ اساتذہ طلبہ پر زیادہ اثر ڈال سکیں اور طلبہ کے جذبات سے ارباب حل و عقد کو خبردار رکھ سکیں۔ موجودہ حالات میں احتجاج اور ہنگاموں کے دوران اساتذہ کی بڑی تعداد صرف تماشائی ہوتی ہے۔ وائس چانسلر یا پرنسپل ان ہنگاموں کو صرف ایک انتظامی مسئلہ سمجھ کر حل کرتے ہیں تاکہ بحران کسی طرح ٹل جائے۔ ان ہنگاموں کے بنیادی اسباب پر غور کرنے کی انھیں فرصت نہیں ہوتی۔ اس لئے ہنگامے ہوتے رہیں گے۔ ارباب اختیار زیادہ تر ہنگاموں سے گھبرا کر یکے بعد دیگرے مطالبات مانتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ نوبت آ جائے گی کہ اپنے وقار کی خاطر کوئی بالکل جائز مطالبہ نامنظور کر دیا جائے گا اور پھر ویسی ہی شدت سے ہنگامہ ہوگا۔ اس لئے ضرورت ہے کہ لوگ فوری اقدامات یا چھوٹے راستے کا خیال چھوڑ دیں۔ بنیادی مسائل پر غور کریں اور ان کا حل تجویز کر کے ان پر سختی سے کاربند ہوں۔

یہ حل صرف ارباب اختیار کو تجویز نہیں کرنا چاہئے بلکہ اساتذہ اور سنجیدہ پوسٹ گریجویٹ طلبہ سے مشورہ کر کے ایک سوچا سمجھا پروگرام وضع کرنا چاہئے۔ اس میں اس بات کو خاص اہمیت دینا چاہئے کہ طلبہ میں کوئی بنیادی خرابی نہیں ہے مگر ملک کے عام حالات آزادی کے بعد روز افزوں گرانی، بے روزگاری، منصوبہ بندی کی ناکامی، سیاسی پارٹیوں کی تنگ نظری اور سستے جذبات کو ہوا دینے اور گندے پانی میں ہاتھ ڈال کر کھنگولنے کی عادت، رہنماؤں کی خود غرضی، ملک میں تشدد کی ہوا، سرکاری افسروں کی بے نیازی، سرمایہ دار طبقے کی دھڑلے سے نفع خوری، ہندوستان کی اندر اور باہر سبکی اور ہوا خیزی، دانشوروں اور ادیبوں اور حلقوں کی جن سے کچھ توقع تھی عام طور پر بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے اور حکومت کا قرب حاصل کرنے اور آزادی کی دی ہوئی سہولتوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے اور بالآخر (ESTABLISHMENT) کا جز بن جانے اور طلبہ اور نئی نسل کے جذبات کو سمجھنے اور ان کی رہنمائی کرنے سے قاصر رہنے کی وجہ سے آج عام وائس چانسلر اور عام پرنسپل اور عام طور پر ایک پرانا استاد طلبہ کو قصوروار ٹھہرا کر یا سیاسی پارٹیوں پر الزام لگا کے رہ جاتا ہے اور اپنے حلقے میں جو کچھ کر سکتا ہے نہیں کرتا۔ مثلاً اس نے امتحان کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دے رکھی ہے، درس میں حاضری کی ایک مقررہ تعداد کو مقدس مان لیا ہے۔ طلبہ کی جائز شکایات کو بھی بد نظمی کا مظہر سمجھ لیا ہے۔ بے روح لیکچروں کو کافی سمجھ لیا ہے۔ فرسودہ نصاب کو ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہے۔ کلاس میں سنجیدہ اور علمی بحث کو بے ادبی قرار دے رکھا ہے۔ استاد اپنی کہہ کر چلا جاتا ہے، طلبہ کے پلے کتنا پڑا اس کی اسے پروا نہیں۔ ٹیوٹوریل کا نظام رسمی طور پر چل رہا ہے مگر اس کی روح نہیں ہے۔ آج کی سخت اور بہت مشکل زندگی میں فیل ہونے کا مسئلہ اقتصادی بھی ہے اور نفسیاتی بھی۔ ہو سکتا ہے کہ ایک طالب علم ایک مضمون میں بہت اچھا ہو اور دوسرے میں کمزور۔ اب اگر وہ فیل نہ کیا جائے بلکہ کسی مضمون میں مقررہ نمبر نہ لانے پر اس مضمون میں دوبارہ امتحان دے سکے اور کل مضامین میں کم سے کم مقررہ نمبر ایک مقررہ مدت میں سے آنے پر اسے ڈگری مل جائے تو اسے ایک سال کی بربادی کا عفریت نہ ستائے۔ پھر طلبہ کی اقامتی زندگی کی پوری دیکھ بھال ہو اور اس کے چلانے میں طلبہ کا مشورہ بھی شامل ہو بلکہ ان کے کھانے کا انتظام تمام تر انھیں کے سپرد ہو تو بہت سی شکایات آسانی سے دور ہو سکتی ہیں۔ آخر میں اصلاح کی بات طالب علم کے دل و دماغ کا جز بنانے کی بات ہے اور یہ کام صرف اپنی زبان میں ہو سکتا ہے۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ فوراً انگریزی کی جگہ علاقائی یا مادری زبان رائج کر دی جائے اور انگریزی کے ایک اچھے معیار پر اصرار نہ کیا جائے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ انگریزی کے ساتھ علاقائی یا مادری زبان میں بھی لیکچر ہوا کریں اور طلبہ کو ایک سے زیادہ زبان میں لکھنے کی اجازت ہو۔

اس سلسلے میں وائس چانسلروں اور پرنسپلوں یا طلبہ سے زیادہ ذمہ داری اساتذہ کی ہے کیونکہ استاد ہی یونیورسٹی کو بناتے اور بگاڑتے ہیں۔ استاد

(بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ، پرنٹر و پبلشر سید بنیاد علی نے لیتھو کلر پرنٹرس میں چھاپا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا